نوجوانوں کے

نام پیغام

شیخ عبد اللہ عزام

شہید رحمۃ اللہ علیہ

نوجوانوں کے نام پیغام

ڈاکٹر عبداللہ عزام شہیدؒ

‘الفوائد’ امام ابن قیّم رحمہ اللہ کی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ وہ اس طرح لکھی گئی ہے گویا ایک اَسّی سال کا آدمی بیٹھا اپنی زندگی کے تجربات کے بارے میں باتیں کر رہا ہو۔ ابن قیّم رحمہ اللہ کی تصنیفات اسلام کے لیے لکھی گئی بہترین تصنیفات میں سے ہیں۔ درحقیقت امام ابن قیّم رحمہ اللہ، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی محنتوں کا ثمرہ ہیں۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے وسیع فہم اور علم کی وجہ سے ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں، اور انہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصّہ کبھی ایک معرکے میں، کبھی دوسرے معرکے میں ایک مجاہد کی حیثیت سے گزارا۔ ایک مرتبہ انہوں نے خود بھی جنگ کی قیادت کی جب شام کے امراء تاتاریوں کا مقابلہ کرنے سے پیچھے بیٹھ رہے اور کہا کہ ہم ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ امام ابن تیمیہؒ نے کہا کہ ہم ان کا مقابلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کی۔

امام ابن قیّم اپنے دل کی گُداَزی اور عبادت گزار ہونے کی وجہ سے علما میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ ان کا گزر مکہ سے ہوا، اور مکہ کے لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ کس قدر عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ہر دم اللہ کا ذکر ان کی زبان پر جاری رہتا ہے۔ ان کی مشہور تصانیف میں سے ایک ‘الفوائد’ ہے۔ تربیت کے حوالے سے ان کی دیگر مشہور کتب ‘مدارج السالکین شرح منازل السائرین الیٰ رب العالمین’ اور ‘اعلام الموقعین عن رب العالمین’ جس میں فقہ اور اصول دونوں کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ‘زاد المعاد فی سیرۃ خیر العباد’ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز، روزے، حج، غزوات اور طبی طریقوں وغیرہ کے بارے میں ہے۔ نیز وہ ‘الرّوح’، ‘بدایع الفوائد’ اور ‘جواب الکافی فی السوال الدوا الشافی’ کے بھی مصنف ہیں۔)

اپنی کتاب الفوائد میں وہ کہتے ہیں:

’’دس بے کار امور ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں:

۱۔ وہ علم جس پر عمل نہ ہو۔

۲۔ ایسا عمل جو اخلاص سے خالی ہو اور اسوہ حسنہ پر مبنی نہ ہو۔

۳۔ وہ مال جو جمع کیا جائے، کیونکہ اس کا مالک نہ تو اس زندگی میں اسے استعمال کرتا ہے، نہ ہی اس کے ذریعے آخرت کا اجر حاصل کرتا ہے۔

۴۔ ایسا دل جو اللہ کی محبت، چاہت اور قربت کے شوق سے خالی ہو۔

۵۔ وہ جسم جو اللہ کی عبادت اور اطاعت نہیں کرتا۔

۶۔ اللہ کی رضا چاہے بغیر اس سے محبت کرنا۔

۷۔ وہ وقت جو گناہوں کو مٹانے یا نیکیوں کے مواقع ڈھونڈنے میں صرف نہیں ہوتا کہ جو اللہ کے قریب لے جاتی ہیں۔

۸۔ وہ دماغ جو ایسی باتیں سوچتے ہوں جن کا کوئی فائدہ نہیں۔

۹۔ ان لوگوں کی خدمت کرنا جو نہ تو آپ کو اللہ کے قریب کرتے ہیں نہ ہی زندگی میں آپ کو کوئی فائدہ دیتے ہیں۔

۱۰۔ کسی شخص سے امید اور خوف رکھنا جو اللہ کی حاکمیت کے تحت ہو، اور جس کی پیشانی اللہ کے ہاتھ میں ہو، جبکہ وہ اپنے آپ کو بھی کوئی نفع، نقصان نہیں پہنچا سکتا نہ ہی زندگی اور موت دینے یا موت کے بعد زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

لیکن ان میں سب سے بڑے امور دل کا ضیاع اور وقت کا ضیاع ہیں۔ دل کا ضیاع اس دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے کر کیا جاتا ہے اور وقت کا ضیاع نہ ختم ہونے والی امیدیں لگا کر کیا جاتا ہے۔ ساری برائی اپنی خواہشات کی پیروی کرنے اور لمبی امیدیں باندھنے سے جُڑی ہے جبکہ ساری خیر صراط مستقیم پر چلنے اور اپنے آپ کو اللہ سے ملاقات کے لیے تیار کرنے میں ہے، اور اللہ ہی مدد کرنے والا ہے۔‘‘

انہوں نے سارے شر کا خلاصہ ان دو امور کو بیان کیا ہے: دل کا ضیاع اور وقت کا ضیاع۔ دل کا ضیاع دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینے سے ہوتا ہے اور وقت کا ضیاع لامتناہی امیدیں باندھنے سے ہوتا ہے، اور یہی دو یعنی لمبی امیدیں اور اپنی خواہشات کی پیروی سارے شر کا سرچشمہ ہیں۔ ہدایت کی پیروی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری ہر خیر کی بنیاد ہیں۔

فَاَمَّا مَن طَغَیO وَآثَرَ الْحَیَاۃَ الدُّنیَاO فَإِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَأْوَیO وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوَیOفَإِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَأْوَی(النازعات: ۳۷۔۴۱)

’’پس جس نے سرکشی کی اور اس دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، تو بے شک جہنّم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا، تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے‘‘۔

دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینے سے دل خراب ہو جاتا ہے، اور جو شخص ڈرتا ہے وہ اس ملاقات کے لیے تیاری کرے گا اور اپنا وقت ضائع نہیں کرے گا۔ اعمال کی تصحیح کا دارومدار ان دو باتوں پر ہے: رب کے حضور کھڑے ہونے کا خوف، جس کے نتیجے میں انسان اس سے ملاقات کی تیاری کرتا ہے، اور اپنے وقت کو ضائع نہ کرنا۔ اس سے دل کو زندگی ملتی ہے، کیونکہ دلوں کی زندگی اسی میں ہے کہ خواہشات سے دور رہا جائے اور ہدایت کی پیروی کی جائے۔

إِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَةً فِیْ الْأَرْضِ فَاحْکُم بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَی فَیُضِلَّکَ عَن سَبِیْلِ اللَّهِO(ص: ۲۶)

’’بے شک ہم نے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے تو پس لوگوں کے درمیان حق

کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ یہ تمہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں گی۔''

خواہشات ہی ظلم کی جڑ ہیں، یہی ضیاع کی اور فحش کی جڑ ہیں۔ یہی تمام شر کی جڑ ہیں کیونکہ جو اپنی خواہشات کی پیروی کرے وہ ہدایت سے منہ موڑ چکا ہوتا ہے۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَى إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّى يَحْكُمَ اللّهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَO (یونس:۱۰۹)

''اور اس چیز کی پیروی کرو جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کردے اور وہی سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔''

خواہشات کے پیچھے چلنا عجلت سے ہے اور صبر یہ ہے کہ اپنی خواہشات کے خلاف چلا جائے۔ جو اپنی زبان کو روکے رکھتا ہے وہ دراصل اپنی زبان کو اس بات پر صبر کراتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرے۔ جو اپنی نظر کو روکے رکھتا ہے وہ اپنی نظر کو دیکھنے کی خواہش پر صبر کراتا ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو زنا سے روکتا ہے وہ اس خواہش کو دبا رہا ہوتا ہے جو اسے یہ قبیح فعل انجام دینے پر اکسا رہی ہوتی ہے۔ جو رمضان میں اپنا روزہ توڑ دیتا ہے وہ اپنے پیٹ کی خواہشات پر چل رہا ہوتا ہے، اور صبر یہ ہے کہ اس خواہش کو دبایا جائے۔ جو جنگ کے دوران استقامت دکھاتا ہے وہ اس خواہش کو دبا رہا ہوتا ہے کہ جان بچا کر بھاگ جایا جائے۔ جو طواغیت کی قید میں صبر کر رہا ہو اس کے سامنے اُس دنیا کی خواہش ہوتی ہے جو قید خانے کے باہر اس کے لیے بازو پھیلائے کھڑی ہوتی ہے۔ جو غربت پر صبر کر رہا ہو وہ اس خواہش کو دبا رہا ہوتا ہے جو یہ سرگوشی کرتی ہے کہ ناجائز مال ہتھیا لیا جائے، یا ایسا کام کیا جائے جو حرام ہو، تاکہ بس کسی طرح پیسہ آجائے۔ جیسا کہ پہلے بھی میں نے ذکر کیا، ہر شر کی بنیاد یہ ہے کہ لمبی امیدیں باندھی جائیں جس کے نتیجے میں آپ اپنا وقت ضائع کریں گے، حالانکہ کچھ پتہ نہیں کب آپ کا 'وقت' آجائے۔ جب رب العالمین کا پیامبر آپ سے کہے کہ: آجاؤ! اللہ عزوجل کی طرف جانے کا وقت آپہنچا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو علالت سے پہلے، دولت کو فقیری سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے، اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔'' (مستدرک الحاکم)

اپنی جوانی کو غنیمت جانئے کیونکہ آج آپ کے پاس نفلی روزے رکھنے کا موقع ہے، کل جب آپ بوڑھے ہو جائیں گے اور آپ کو اپنے جسم اور ہڈیوں کی نشوونما اور غذا کا خیال رکھنا ہوگا تب آپ روزے کی تکلیف برداشت نہیں کرسکیں گے۔ ابھی آپ نوجوان ہیں اس لیے راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں، رکوع اور سجدوں کے لیے جاگ سکتے ہیں، جو آپ اللہ رب العالمین کے حضور پیش کرسکیں گے کہ وہ آپ کے حق میں گواہی دیں، یا کل کو قبر کی تنہائی میں آپ کا ساتھ دیں۔ آج آپ اپنی زندگی کے ابتدائی سالوں میں ہیں، اپنی جوانی کے سالوں میں۔ جوانی کا وقت مشقت کا وقت ہوتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جس میں آپ کو چاہیے کہ اپنے آپ کو تھکائیں اور قربانی دیں۔ یہ وہ وقت ہے جب آپ پر بہت ساری ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ہوتا، آپ اکیلے ہوتے ہیں یا پھر بیوی کا یا ایک بچے کا ساتھ ہوتا ہے۔ کل، جیسے جیسے سال گزرتے جائیں گے، ذمہ داریوں کا انبار لگتا چلا جائے گا، دنیا کے مسائل آپ کو آگھیریں گے، اور آپ کی خواہش ہوگی کہ اپنے گھریلو، بچوں کے اور رشتہ داروں کے مسائل حل کریں، اسی میں آپ کا زیادہ وقت لگ جائے گا۔

ابھی آپ اپنی جوانی کے دور میں ہیں، محنت اور قربانی کے دور میں ہیں۔ مجھے اس نوجوان پر حیرت ہوتی ہے جو ڈرتا ہو! ابھی ایسی کون سی چیز ہے جس سے وہ ڈرے؟ اور اگر وہ اس عمر میں ڈرتا ہے تو کل کو اس کے خوف کا کیا عالم ہوگا؟ یہ دور آپ کی زندگی کا سنہری دور ہے۔ ایک نوجوان اپنی جان تک اللہ عزوجل کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اسی لیے اگر ہم ان لوگوں کو دیکھیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کے دین کی نصرت کی تھی، تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ سب نوجوان تھے۔ بلکہ ان میں سے اکثر، تین چوتھائی یا ہر چھ میں سے پانچ، بیس سال سے کم عمر کے تھے، کیونکہ یہی دور اپنے آپ کو کھپا دینے اور قربانی دینے کا ہوتا ہے۔

صحیحین میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں: بدر کے دن میں صف میں کھڑا تھا۔ تو ایک نوجوان میرے پاس آیا جو سن بلوغت کو پہنچ چکا تھا یا بلوغت کو پہنچے ہوئے ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا، اور کہا: ''اے چچا! ابوجہل کہاں ہے؟'' تو میں نے اس سے کہا: ''تمہیں اس کا کیا کرنا ہے؟'' وہ الجھ سے گئے کہ یہ چھوٹا سا لڑکا ابوجہل کے بارے میں پوچھ رہا ہے جو جاہلیّت کا شہسوار، اس کا سردار ہے! نوجوان نے جواب دیا: ''میں نے سنا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے، اللہ کی قسم اگر میں اسے دیکھ لوں تو میرا سایہ اس کے سائے سے الگ نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اسے قتل کردوں یا وہ مجھے قتل کردے!''

پھر ایک اور نوجوان میرے پاس آیا، جو اسی عمر کا تھا جو پہلے نوجوان کی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا: ''ابوجہل کہاں ہے؟'' میں نے اس سے پوچھا: ''تمہیں اس کا کیا کرنا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''ہم نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ اللہ کی قسم اگر میں اسے دیکھ لوں تو میرا سایہ اس وقت تک اس کے سائے سے الگ نہیں ہوگا جب تک کہ میں اسے قتل کردوں یا وہ مجھے قتل کردے۔''

کچھ دیر بعد میں نے دور سے ابوجہل کو دیکھا تو میں نے اس سے کہا: ''یہ ہے جسے تم ڈھونڈ رہے ہو'' اور میں یہ تمنا کر رہا تھا کہ کاش میں اس نوجوان کی پسلیوں کے درمیان ہوتا یعنی کاش میں اس نوجوان کے سینے میں ہوتا، اور میرا دل اس کے دل کی طرح ہوتا: پرجوش، مضبوط اور موت کا متلاشی۔ چنانچہ وہ دونوں اس کی طرف جھپٹے اور کچھ دیر بعد واپس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے اسے قتل کردیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: تم میں سے کس نے اسے قتل کیا؟ معاذ بن عمرو بن جموحؓ نے کہا: ''میں نے کیا ہے۔'' اور معاذ بن عفراءؓ نے کہا: ''میں نے کیا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان سے پوچھا: ''کیا تم نے اپنی تلواروں کو پونچھ کر صاف کرلیا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''نہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''وہ مجھے دکھاؤ۔'' تو انہوں نے دونوں تلواروں پر خون دیکھا اور فرمایا: ''تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔'' (جاری ہے)

(قسط دوم)

نوجوانوں کے نام پیغام

شیخ عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ

عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کے بعد لاشوں کے درمیان تلاش کرتے ہوئے ابوجہل کو اپنی آخری سانسیں لیتے ہوئے پایا اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے اپنی آنکھیں کھول کر دیکھا کہ ابن مسعودؓ اس کے سینے پر بیٹھے ہیں اور حقارت آمیز لہجے میں کہا: ”کیا تم مکہ میں ہمارے چرواہوں میں سے ایک نہیں تھے؟“ ابن مسعود نے جواب دیا: ”بے شک تھا اے اللہ کے دشمن!“ ابوجہل نے پھر کہا: ”تم نے اپنے آپ کو بڑی اونچی جگہ پر بٹھایا ہے، اے اونٹوں کے چرواہے! تم میرے سینے پہ بیٹھے ہو؟ کبھی کوئی اتنی باعزت جگہ پر نہیں بیٹھا ہوگا۔“ ابن مسعود نے پھر کہا: ”آج کس کا دن ہے؟ کون فاتح ہے؟ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم!“ بہت ساری اور بھی روایات ہیں جن کی صحت کی تصدیق نہیں کی جا سکتی، اور اس نے کہا: ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بتا دو کہ میں آخری سانس تک اس کا دشمن رہوں گا۔“ ایک روایت میں ایسا بھی ہے کہ ایک دفعہ جب عبداللہ بن مسعود مکہ میں تھے تو ابوجہل نے انہیں مارا تھا جس سے ان کا کان زخمی ہوگیا۔ تو جب عبداللہ بن مسعودؓ ابوجہل کے سینے پر بیٹھے انہوں نے اس کا سر کاٹ دیا۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے پھر ابوجہل کے کان میں سوراخ کیا، اس میں رسی ڈالی اور اس رسی سے پھر اس کے سر کو گھسیٹا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوجہل کا سر کافی بڑا تھا اور عبداللہ بن مسعود ایک کمزور سے نازک سے آدمی تھے، تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے کٹے ہوئے سر کو دیکھا تو اللہ کے حضور سجدے میں گر پڑے اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے اور یہ اس امت کا فرعون ہے۔“ یہ صحیحین کی روایت ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کے کان میں رسی بندھی ہوئی دیکھی تو انہیں وہ دن یاد آ گیا جب مکہ میں ابوجہل نے ابن مسعود کا کان زخمی کیا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ سے فرمایا: ”کان کے بدلے کان، اور سر اضافی ہے۔“

میں کہتا ہوں، یہ ابوجہل ہے جس کے وجود سے لوگوں کی جان چھڑانے والے اپنی زندگی کے ابتدائی سالوں میں قدم رکھنے والے دو نوجوان تھے۔ وہ تقریباً سترہ سال کے تھے، یعنی کالج جانے کی عمر میں۔ ان دونوں نے قریش کے اعلیٰ ترین شہسوار ابوجہل کو قتل کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر کار اس کی خوشخبری سنائی۔ اور اگر آپ بدر، خندق، موتہ وغیرہ کی لڑائیوں کو دیکھیں تو آپ کو نوجوانوں کے علاوہ کوئی نظر نہیں آئے گا۔

دونوں عالمی جنگوں میں، برطانیہ اور دوسری طاقتور اقوام سب سے زیادہ خطرناک کارروائیوں کے لیے سترہ، اٹھارہ اور انیس سالہ نوجوانوں پر انحصار کیا کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ کچھ بھی کر گزرنے کے لیے تیار ہوتے تھے اور وہ زیادہ دیر سوچنے میں نہیں لگاتے۔ چینی اپنے خودکش جنگجو تیار کرتے تھے اور ان کو انہی عمروں کے لوگوں پر اپنی کارروائیاں منحصر کرنے کا مشورہ دیتے تھے اور کہتے: ”وہ کارروائیاں جن میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہو، بڑی عمر کے لوگوں کو نہیں کرنی چاہئیں، کیونکہ وہ کارروائی میں تاخیر بھی کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ رک کر اپنے آپ سے پوچھیں گے: اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا کیا فائدہ ہے؟“ تو اس طرح کی منطق اور فلسفہ انہیں اپنی جان لگا دینے اور قربانی دینے میں مانع ہوگا اور تحریکوں اور دعوتوں کو اپنے اوائل میں وہ لوگ نصرت نہیں دے سکتے جو کھڑے ہو کر بہت زیادہ سوچتے رہیں۔ بلکہ انہیں نصرت صرف دل اور جذبات والے لوگ دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ دل کا ابھارنا اور جذبات کی گرمی ہی ہیں جو قربانی کے لیے تیار کرتی ہے۔ اس کے برعکس نام نہاد منطقیانہ سوچ، یہی تو انسان کو کہتی ہے کہ: ”اپنی جان کو نہ کھپاؤ، قربانی نہ دو۔“ دماغ عموماً ٹھنڈا اور جامد ہوتا ہے، اور قربانی دینے کی طرف مائل نہیں ہوتا، یہ سوچ بچار کی طرف مائل ہوتا ہے۔ تو جب جذبات انسان سے کہہ رہے ہوں کہ ”اپنا مال خرچ کرو، اللہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔“ اس وقت دماغ کہتا ہے: ”اپنا مال کم نہ کرو۔“ اگر جذبات کہہ رہے ہوں کہ: ”اپنے آپ کو قربان کر دو۔“ تو دماغ کہے گا: نہیں، اگر تم بچے رہو تو اسلام کے لیے زیادہ نفع بخش ہو گے۔“ اور اسی طرح کے خیالات آتے ہیں۔

اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ مفکرین اور فلسفی، ان کے الفاظ آسمانوں کی بلندی کو چھو رہے ہوتے ہیں، جبکہ ان کی اصل زندگیاں پہاڑ کے دامن میں ہوتی ہیں، بالکل جامد۔ جس چیز کی طرف وہ دعوت دے رہے ہوتے ہیں اور جس حقیقت میں رہ رہے ہوتے ہیں اس میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اسی لیے ہم سب کو اپنی جوانی کے سالوں پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ انس بن مالکؓ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ آئے اور ایک بھی آدمی ایسا نہیں تھا جس کے سر میں کوئی سفید بال ہو سوائے ابوبکر کے جنہوں نے اپنی داڑھی کو مہندی اور زعفران سے رنگ کیا ہوا تھا۔“ (بخاری) ابوبکرؓ کے علاوہ ایک بھی صحابی ایسا نہیں تھا جس کے سر میں سفید بال ہو! اور ابوبکرؓ اس وقت ۵۱ سال کے تھے، عمرؓ ۴۱ کے تھے، اور یہ نبوت ملنے کے تیرہ سال بعد کی بات ہے۔ جبکہ اس وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے مبعوث کیا گیا اور لوگ ان پر ایمان لائے ابوبکر ۳۸ کے تھے، اور باقی تمام لوگ جنہوں نے اسلام قبول کیا پندرہ سے پچیس سال کے درمیان تھے، بچے اس کے علاوہ تھے۔

اللہ عزوجل قیامت کے دن نوجوانوں سے خصوصی سوال کرے گا: ”بندے کے قدم قیامت کے دن اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گے جب تک کہ اس سے چار چیزوں کا سوال نہ ہو جائے: اس کی زندگی کے بارے میں اور یہ کہ اس کو کس کام میں لگایا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس کو کیسے گزارا، اپنے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا، اور کمائی کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔“ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کے بارے میں سوال کریں گے۔ اور پھر دوسرا سوال کریں گے جو جوانی کے بارے میں ہوگا، باوجود اس کے کہ جوانی بھی اسی زندگی کا ایک دور

ہے جس کا سوال ہو چکا ہوگا! اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے سوال کے لیے جوانی کو الگ سے چن رکھا ہے۔

اللَّهُ الَّذِئ خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفاً وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ (الروم: ۵۴)

''اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد طاقت دی، پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، وہی سب کچھ جاننے والا اور ہر شے پر قادر ہے۔''

ظاہر ہے کہ آپ عمر کے اس دور میں ہیں جب شیطان آپ پر آپ کی پڑھائی کے راستے سے آئے گا، اور لمبی امیدوں کے ذریعے آئے گا۔ اگر آپ سے کہا جائے کہ اللہ کی طرف دعوت دیں، یا اپنا کچھ وقت اللہ عزوجل کے لیے وقف کریں، شیطان آپ کے پاس یہ کہتا ہوا آئے گا کہ ابھی تک تو تم صرف اسکول میں ہو، کل جب تمہیں ڈگری مل جائے گی، تمہارے پاس معاشرے میں ایک ہتھیار آ جائے گا، پھر تم اللہ کے لیے کام کر سکو گے۔'' سب سے پہلی بات تو یہ کہ آپ کو نہیں معلوم کب آپ گریجوایٹ کریں گے، آپ کو نہیں پتہ کب آپ کی موت آ جائے، آپ کو نہیں پتہ کہ آپ کیسے اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔ اسی لیے ان لمبی امیدوں سے ہوشیار رہیے! دوسری بات یہ کہ اگر آپ اللہ کے ساتھ بخل کر رہے ہیں کہ اتنے ابتدائی دور میں اللہ کو اپنا وقت دیں، آگے آنے والا وقت آپ کو اور زیادہ بخیل ثابت کرے گا! کتنا فرق ہوتا ہے ان لوگوں کے درمیان جو ابتدائی دور میں اسلام سے آشنا ہوتے ہیں، اور وہ جو بڑے ہو جاتے ہیں اور بڑی عمر میں اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ کتنا زیادہ فرق ہوتا ہے! کیونکہ چھوٹی عمر سے اسلام پر نشوونما پانا نسبتاً بہت آسان ہے۔ جب آپ چھوٹے ہوں تو اسلام آپ کی زندگی کا حصّہ بن جاتا ہے، اور آپ کے اعضا، روح اور زندگی اسلام ہی کے ایک حصّے میں بدل جاتے ہیں۔ درحقیقت آپ اسلام کے جسم کے حصّے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل ایک چھوٹے درخت اور بڑے درخت کی طرح ہے۔ بڑے درخت کا تنا مضبوط اور چھال سوکھ چکی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی شاخوں کی سمت کا بدلنا مشکل ہوتا ہے، جبکہ ایک چھوٹا درخت آپ جس رخ پر پھیرنا چاہیں پھیر سکتے ہیں، کیونکہ وہ ابھی بھی آپ کے ہاتھوں سے ادھر ادھر ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ رب العالمین اس دن ایسے نوجوان کو جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا ہوگا اپنے سائے میں رکھیں گے جس دن کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ '' سات لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان میں ایک) وہ نوجوان ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پلا بڑھا ہوگا۔'' (بحوالہ حدیث بخاری و مسلم)

یہ عمومی مشاہدہ ہے کہ جو لوگ چھوٹی عمر میں دعوتی کام میں لگ جائیں وہ ان لوگوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں جو بڑی عمر میں دین میں داخل ہوں۔ اسلامی دعوت، جب ایک طالب علم اپنی عمر کے ابتدائی حصّے سے اس میں داخل ہو جائے اور زندگی کے آخر تک اس پر کاربند رہے، تو ایسے شخص کے اندر وہ سرایت کر جاتی ہے اور وہ اس کا ایک جزو لاینفک بن جاتا ہے۔ جبکہ ادھیڑ عمر کا انسان، اپنے معاشرتی مناصب، اثر و رسوخ، اولاد وغیرہ ہونے کے سبب، اور خصوصاً اگر دنیا اس کے سر پر سوار ہو، اگر وہ توبہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو چاہتا ہے کچھ شرائط کے ساتھ اسلام میں داخل ہو۔ اگر وہ کوئی وزیر ہے تو اسکا مطالبہ یہ ہے کہ اس کی عزت کی جائے، اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی وہ معاشرے میں اسی درجے پر رہے جس پر وہ پہلے تھا۔ چنانچہ اس کے لیے اسلام میں پورے کا پورا داخل ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔ وہ اسلام میں بہت سی جاہلیّت کی رسمیں لے کر، دنیا کی محبت ساتھ لیے اور تعریف کیے جانے کی محبت کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تکریم کریں۔ اس کے لیے یہ بات آسان نہیں کہ وہ صحیح طریقے سے بیٹھے اور دین کا علم اس طرح حاصل کرے جس طرح یہ اتارا گیا تھا۔ نیز اس کے ارد گرد کی زندگی میں بہت سی جڑیں جاہلیّت کے طور طریقوں میں گڑ چکی ہوں گی۔ مثلاً یہ اس کی بیوی ہے جو ناچ گانے کی محفلوں کی عادی ہو گئی ہے، اور یہ اس کی بیٹی ہے جو اب لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی عادی ہے، اور یہ اس کا رشتہ دار ہے جو اس کے سامنے شراب پینے کا عادی ہے، اور یہ اس کی دوسری بیٹی ہے جو آنے والے مرد مہمانوں سے مصافحہ کر رہی ہے، اور یہ اس کی بہن ہے جو اب ان مہمانوں کا استقبال کرنے، اور ان کے سامنے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ کر، ان کے ساتھ چائے اور کافی پینے کی عادی ہو چکی ہے۔ یہ ساری چیزیں تبدیل کرنی ہوں گی۔ اگر وہ ایک صحیح اسلامی طرز زندگی اپنانا چاہے گا تو اسے بیان کردہ طرز زندگی کو دین کے مطابق ڈھالنے میں بہت سخت مشکلات کا سامنا ہوگا۔

یہ اس سے بہت مختلف ہوتا اگر وہ چھوٹی عمر سے ہی دینی ماحول سے منسلک ہو جاتا، اسے اسلام کا علم ہوتا، اپنے گھر میں بہت پہلے ہی اس جنگ سے نمٹ چکا ہوتا، ایک سچّی مومنہ سے ہی شادی کرتا، کیونکہ وہ مسلمان ہے، اور اسلام ہی اس کی شادی کی سب سے بنیادی شرط ہے۔ جبکہ وہ شخص جو اپنی زندگی کا بڑا حصّہ اسلامی طرزِ زندگی کے بغیر گزار چکا ہو، وہ ایسا ہوگا کہ مالدار لڑکی تلاش کرے، اُس شہزادے کی بیٹی، فلاں وزیر کی بیٹی، اس امیر کبیر شخص کی بیٹی، یہ اس لیے کیونکہ وہ صرف اس غرض سے شادی کر رہا ہے کہ اپنی بیوی کے بل بوتے پر معاشرے کی سیڑھیوں پر اونچا چڑھتا جائے۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ جب اس لڑکی کا یا اس کے خاندان کا تذکرہ ہو تو اس کا بھی ہو، یا وہ کسی تقریب میں شامل ہو تو یہ کہہ سکے کہ 'میں اب اس وزیر کا رشتہ دار ہوں، میں اب اس خاندان سے منسلک ہوں۔' اس وجہ سے اگر وہ بعد میں ان سب چیزوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اسلام کے دائرے میں واپس آنا چاہے تو اسے سخت مشکل کا سامنا ہوگا۔ وہ اپنی اس کمپنی کا کیا کرے گا جو سود کے پیسوں سے قائم کی گئی تھی؟ وہ اس زمین کا کیا کرے گا جو بنک کے قرضوں سے خریدی گئی تھی؟ وہ اپنے ان دنیا دار دوستوں کا کیا کرے گا جو اس زمین کو کنٹرول کرتے ہیں؟ وہ ان سب کا کیا کرے گا؟ وہ اپنے آپ کو ان سب چیزوں سے علیحدہ کرلے گا، اپنے دوستوں سے علیحدگی اختیار کرلے گا، اپنے اصحاب سے علیحدگی اختیار کرلے گا، ناچ گانے کی محفلیں اور رات کی پارٹیاں ترک کردے گا، یہ سب ختم ہو جائے گا۔ اتنا آسان نہیں ہوتا کہ انسان ہر چیز کو ٹھوکر مار کر اللہ کی طرف رجوع کرلے۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

(آخری قسط)

نوجوانوں کے نام پیغام

ڈاکٹر عبداللہ عزام شہیدؒ

نوجوانی کا زمانہ زندگی کے اہم ترین ادوار میں سے ہے۔ یقین مانئے میرے بھائیو میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ بڑی عمر میں نماز کی باقاعدگی اور زکوٰۃ کی پابندی سے آشنا ہوئے، ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا: ’’مجھے لگتا ہے کہ میں منافق ہوں، کیونکہ میں اپنی کمپنی کو سود کے بغیر نہیں چلا سکتا، کیونکہ میرے حصّے جو ادائیگی بنتی ہے وہ مہینہ وار کئی لاکھ ہیں۔ جب میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو اندر سے تکلیف محسوس ہوتی ہے، اور میں اس کو اپنے سے دور نہیں کر پاتا۔ جبکہ میں اللہ کی طرف پلٹنا بھی چاہتا ہوں۔‘‘ لہٰذا، بڑی عمر میں جا کر اللہ عزوجل کی طرف پلٹنے کے ساتھ بڑی مشکلات نتھی ہو جاتی ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ہم عمان میں ایک محفل کا اہتمام کرتے تھے جس میں معاشرے کے بڑے بڑے مناصب والے لوگ، کمپنی مالکان اور امیر لوگ شریک ہوتے تھے۔ تو ایک مرتبہ حاضرین میں سے ایک نے مجھ سے سوال کیا کہ ’آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو چالیس پچاس سال کا ہو، اور اس نے زندگی بھر ایک روزہ بھی نہ رکھا ہو؟ میں نے اس سے کہا: ’احناف کا ایک فتویٰ ہے کہ ایک قسم کے عمل کا کفارہ اس سارے عمل کا کفارہ ہوتا ہے جو وہ چھوڑ چکا ہو۔ لہٰذا اگر کوئی لگاتار دو ماہ تک روزے رکھے، تو وہ اس کے سارے چھوٹے ہوئے روزوں کا کفارہ ہوگا۔‘‘ حاضرین میں سے ایک صاحب کو جو تقریباً چالیس برس کے تھے اور انہوں نے زندگی بھر نماز روزے کی پابندی نہیں کی تھی، انہیں یہ فتویٰ بہت پسند آیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے یہ درس دیا اور اس کے بعد کچھ مدت تک ان لوگوں سے رابطہ منقطع ہو گیا۔

ابھی آپ اپنی عمر کے سب سے قیمتی دور میں ہیں! یہی اپنے آپ کو کھپا دینے کا دور ہے، یہی عبادت کا دور ہے، یہ دعوت کا دور ہے، یہی حرکت اور سرگرمی کا دور ہے! یہ آپ کے اوپر ہے کہ آپ اسلام کی طرف لوٹیں، اس کو سیکھیں، اس پر عمل کریں اور اس کی طرف دعوت دیں۔ علم، عمل اور تبلیغ! اگر یہ موقع آپ سے کھو جائے، تو ایسا سنہری موقع ہے جو دوبارہ نہیں آئے گا!

بعد ازاں میں اس گھر ملاقات کے لیے گیا جہاں یہ درس دیا تھا، اور وہاں مجھے انہی سوال پوچھنے والے شخص کو دیکھ کر حیرت ہوئی۔ انہوں نے کہا: ’’کیا آپ کو نہیں معلوم؟‘‘ میں نے کہا: ’’کیا؟‘‘ انہوں نے کہا: کچھ عرصہ پہلے، فلاں فلاں مشہور آدمی نے آپ کا بیان کردہ فتویٰ سنا اور اگلے ہی دن سے نماز روزہ شروع کر دیا۔ وہ ایک تاجر تھا، اور جولائی کے درمیان میں روزے رکھنا شروع کر دیے۔ ان کے گھر والے اس صورتحال پر بہت پریشان ہوئے تو وہ کسی دوسرے عالم سے پوچھنے گئے تو انہوں نے کہا: ’’اگر وہ توبہ کر چکے ہیں تو جتنی استطاعت ہو انہیں روزے رکھنے چاہئیں۔‘‘ میں نے کہا: ’’نہیں مجھے معلوم نہیں تھا۔‘‘

جنہوں نے توبہ کی تھی اس نے بعد میں مجھ سے کہا: ’’اس مہینے میں لوگ گرمی میں میرے پاس آتے تھے، اور ان تین چار دنوں میں ایسی گرمی تھی جو پہلے کبھی عمان میں نہیں پڑی۔‘‘ وہ ایک تاجر تھے جن کی تین دکانیں تھیں۔ ایک عمان میں، ایک حسین میں، اور ایک وبیدہ میں۔ تو لوگ میرے پاس میرے فریج سے پانی لینے آتے تھے جبکہ میں روزے رکھ رہا تھا۔ دن بھر میرے منہ میں تھوک اس طرح گرتی رہتی جیسے ’سوس‘ ہو، سوس ایسا مشروب ہے جس سے پیاس بجھاتے ہیں کیونکہ وہ بہت جلدی پیاس بجھا دیتا ہے۔ بے شک یہ ان کے لیے صحیح مشکل روزہ تھا! اب وہ اپنے دینی معاملات کے بارے میں بہت فکرمند تھے! ان کی دکان میں عورتوں کے کپڑے ہوتے تھے، عورتیں آتیں اور کپڑے پہن کر دیکھتی تھیں۔ وہ ہر قسم کے کپڑے پہن کر دیکھتیں تو انہیں محسوس ہوا کہ اس طرح کا کاروبار ان کے نئے اسلامی طرزِ زندگی سے میل نہیں کھاتا تو انہوں نے جلد ہی اپنا یہ کاروبار ختم کر دیا۔ انہوں نے اپنی ان تینوں دکانوں کو پاک کر دیا، اور میرے پاس بہت سارے کپڑے لے کر آئے اور کہا کہ ’یہ لیجئے، یہ غربا میں بانٹ دیں۔‘‘ انہیں اس چیز سے بڑھ کر اور کسی چیز کی خواہش نہیں تھی کہ ایسا کاروبار ختم کر دیں جو خواتین کی توجہ کا مرکز بن رہا تھا، اور انہوں نے اس کے بجائے قالین بیچنے کا کاروبار شروع کر دیا کہ ’قالین کی دکانوں پر عموماً عورتیں نہیں آتیں۔‘‘

کچھ عرصے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اس وقت اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ’’میں ایک دن میں دو سے تین ہزار عمانی ڈالر کا مال فروخت کرتا تھا، جو چھ سے سات ہزار امریکی ڈالر کے برابر ہے۔‘‘ اور ظاہر ہے کہ اس کا آدھا یا تیسرا حصّہ منافع ہوتا تھا۔ ’’لیکن مجھے کبھی یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ میں امیر ہوں۔ اب میں اس مقدار کا دسواں حصّہ بیچتا ہوں لیکن مجھے لگتا ہے کہ میری جیبیں مال و دولت سے بھری ہوئی ہیں۔ مجھے برکت کا احساس ہوتا ہے۔‘‘

میں نے یہ مثال اس لیے بیان کی ہے کہ بڑی عمر میں جا کر توبہ کرنا ایک مشکل کام ہے۔ یہی صاحب، اپنے روزوں کو ٹھیک کرنے کے بعد اپنے کاروبار کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر اپنے کاروبار کو درست کرنے کے بعد اپنے گھر کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس کی اصلاح کی جائے۔ ان کی بیوی لمبے کپڑے نہیں پہنتی تھی اور نہ ہی بیٹی لمبے کپڑے پہنتی تھی۔ وہ عمان میں، اور اس سے پہلے جرمنی میں اس جدید طرز زندگی کے عادی ہو چکے تھے۔ بالآخر ان کے اور ان کی بیوی کے درمیان مسائل کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کے سامنے اختیار رکھا کہ میرے اور دین اسلام کے ساتھ رہو یا مجھے چھوڑ دو اور اپنے والدین کے گھر چلی جاؤ۔ جیسا کہ

میں نے آپ سے کہا وہ صاحب تبدیلی پر مُصر تھے اور یہ اصرار بڑی سختی کے ساتھ کیا گیا۔ البتہ تبدیلی کی اس کوشش کی انہیں بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔

جہاں تک آپ سب کا معاملہ ہے، آپ کے تمام معاملات آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ آپ اپنی بیوی کا انتخاب کر سکتے ہیں، زندگی کے راستے کا، اور اپنے کاروبار کا جو اللہ کی شریعت کے مطابق ہو اور آپ کے رب کو راضی کرے۔ ابھی سے اپنی زندگی کے تعلقات اسلام کی بنیاد پر بنائیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے آپ کو مستقبل میں کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اگر آپ اپنی اس جوانی کے موقع سے فائدہ اٹھائیں تو آپ کو کل بڑی عمر میں پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جیسے جیسے آپ کی عمر میں اضافہ ہوگا، آپ کے لیے اسلام کی تعلیم حاصل کرنا مزید مشکل ہوتا جائے گا، اور آپ کے لیے دینِ اسلام کو نافذ کرنا اور بھی مشکل ہوتا چلا جائے گا۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ''زندگی کے مناصب ملنے سے پہلے ہی تعلیم حاصل کرلو۔'' عبدالملک بن مروان مدینہ کے بہترین علما میں شمار کیے جاتے تھے۔ انہیں فقہ، حدیث اور عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ امیر الشعبی، جو اپنے فقہ اور حدیث کے علم کی بابت جانے جاتے تھے، عبدالملک بن مروان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے جب کہ وہ بھی حافظ قرآن، حافظ حدیث اور عربی زبان کے ماہرین میں سے تھے۔ جب مروان کا انتقال ہوگیا تو خبر آئی کہ اب الشعبی امارت کے منصب پر فائز ہوں گے۔ تو الشعبی نے مصحف کو پکڑا اور کہا: ''خدا حافظ!'' انہوں نے آنسوؤں کے ساتھ اسے خدا حافظ کہا، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ امارت اور اس کے ساتھ آنے والے مسائل ان کو اتنا مشغول رکھیں گے کہ پڑھنے، تلاوت کرنے اور حفظ کرنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔

لمبی امیدوں اور خواہشات کی پیروی سے ہوشیار رہیں! لمبی امیدیں وقت کے ضیاع کا سبب ہوتی ہیں اور خواہشات کی پیروی دل کی خرابی کا باعث بنتی ہے۔ اور میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ روزانہ قرآن مجید پڑھیں! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کم از کم آدھا پارہ روزانہ پڑھیں تا کہ آپ کم از کم دو ماہ میں پورا قرآن پڑھ سکیں۔

تو میرے بھائیو! ابھی آپ اپنی عمر کے سب سے قیمتی دور میں ہیں! یہی اپنے آپ کو کھپا دینے کا دور ہے، یہی عبادت کا دور ہے، یہ دعوت کا دور ہے، یہی حرکت اور سرگرمی کا دور ہے! یہی عمر ہے آپ اسلام کی طرف راغب ہوں، اس کو سیکھیں، اس پر عمل کریں اور اس کی طرف دعوت دیں۔ علم، عمل اور تبلیغ! اگر یہ موقع آپ سے کھو جائے، تو ایسا سنہری موقع دوبارہ نہیں آئے گا! نوجوانی کے دنوں میں کتنا زیادہ فارغ وقت مل جاتا ہے، اور یہ دن اللہ کی طرف پلٹنے کے لیے کتنے زبردست ہیں، یہ دن اللہ کی عبادت کے لیے کتنے اچھے ہیں، اور یہ دن اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو، جنہیں آپ جانتے ہوں اور نہ جانتے ہوں، ان کو دعوت دینے کے لیے کتنے بہترین ہیں!

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ

(الغاشیہ: ۲۲۔۲۱)

''تو انہیں نصیحت کیجیے، بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو علالت سے پہلے''

آج آپ نماز میں کھڑے ہو سکتے ہیں، کل کو آپ بیٹھے بغیر نہیں پڑھ سکیں گے۔ آج آپ روزہ رکھ سکتے ہیں، کل کو آپ بیمار ہو جائیں گے اور روزہ رکھنے کی آپ میں سکت نہیں ہوگی۔ یہ وہ صحت ہے جس میں سے اللہ چاہتا ہے کہ آپ اس کی راہ میں دیں۔ صحت کی زکوٰۃ عبادت ہے، جو جسم کو پاک کرتی ہے، اعضاء کو پاک کرتی ہے، اور انہیں تباہی سے بچاتی ہے۔ جتنا اس کو خرچ کریں گے اتنا ہی فائدے میں اضافہ ہوگا، اور صحت عبادت میں اضافے کے ساتھ کم نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ بڑھتی ہے اور بہترین ہو جاتی ہے:

اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً
وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ (ھود: ۵۲)

''اپنے رب سے مغفرت چاہو اور پھر اس کی طرف پلٹو وہ آسمان کے دہانے تم پر کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا''۔

چنانچہ استغفار اور اللہ کی اطاعت سے طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ فطری عمل ہے کیونکہ عبادت سے جسم اور شریانوں کو سکون ملتا ہے اور اس سے جسم کی مزید نشوونما ہوتی ہے۔

ایک افغانی نے مجھے بتایا کہ اس کے والد ایک سو بیس سال کے ہیں اور اب تک ان کا ایک دانت تک نہیں گرا! وہ پانچوں نمازیں باجماعت مسجد میں ادا کرتے ہیں خصوصاً فجر اور عشاء۔ اس طرح سے جسم کی سلامتی اللہ کو یاد رکھنے کا ہی نتیجہ ہو سکتی ہے۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں احفظ الله یحفظك ''تم اللہ کو یاد رکھو وہ تمہاری حفاظت کرے گا......'' یہ عبادت ہی ہے جو جسم کو توانا رکھتی ہے، اور جب تک اللہ سے اچھا تعلّق ہو، وہ جسم کی حفاظت کرتی ہے۔ ''تم اللہ کو یاد رکھو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔''

حدیث ہے کہ ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو علالت سے پہلے، دولت کو فقیری سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے، اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔'' جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے اس کنجوس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو اس مال سے بھاگتا ہے جو اس نے کمایا ہے اور اس غربت کو چاہتا ہے جس سے وہ دور بھاگ رہا ہے۔'' وہ دنیا میں ایک غریب کی طرح رہتا ہے، جبکہ ہمیشہ کی زندگی میں اس کا حساب کتاب ایک مال دار انسان کی حیثیت سے ہوگا۔ وہ اپنی دولت کو جمع کر کے رکھتا ہے تا کہ اپنے بیٹے کو اس سے شراب خرید دے، یا گاڑیاں، یا ان کے لیے لڑکیوں کے پیچھے بھاگنا آسان کر دے، اور بالآخر وہ منکر نکیر اور قبر میں عذاب کے فرشتوں

کے لوہے کے گرزوں تلے کچلا جائے گا۔ اور وہ فرشتے جو جہنّم کے داروغے مالک کے ساتھ ہوتے ہیں وہ ہر اس پائی کا حساب لیں گے جو اس کی ملکیت تھی۔

ایک کہانی ہے، ہے تو محض ایک تمثیل لیکن بہت پر اثر ہے۔ ایک دولت مند شخص کا انتقال ہوا تو اس کے بچوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ صرف ایک رات کے لیے کوئی ہمارے والد کے ساتھ رہے۔ لہٰذا انہوں نے دو کھڈے کھودے اور دونوں کو آپس میں ملا دیا۔ ایک میں انہوں نے اپنے والد کو ڈالا اور دوسرے کو خالی چھوڑ دیا۔ پھر وہ کسی ایسے بندے کو ڈھونڈنے نکلے جو اتنا بہادر ہو کہ نعش کے ساتھ لیٹ سکے۔ بالآخر انہیں ایک غلام ملا اور اس سے کہا: ‘‘ہم تمہیں ایک ہزار دینار دیں گے اگر تم ہمارے والد کے ساتھ ایک رات گزارو۔’’ اس نے کہا: ‘‘ٹھیک ہے میں پیسے لے لوں گا اور اگر میں مر گیا تو میرے بچے اس پر گزارہ کر سکیں گے۔ اگر میں زندہ رہا تو اس سے کاروبار شروع کر لوں گا۔’’ عذاب کے فرشتے پھر آئے اور کہا: ‘‘یہ دو لوگ ہیں۔ ان میں سے ایک زندہ ہے اور ایک مردہ۔ ایک یہاں ایک رات گزارنے آیا ہے اور دوسرا ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔ کیونکہ یہ شخص کل جا رہا ہے تو چلو اس سے سوال جواب شروع کرتے ہیں۔’’ انہوں نے اس سے پوچھا: ‘‘تم کون ہو؟’’

اس نے جواب دیا: ‘‘میں فلاں فلاں ہوں۔’’

‘‘تم گزر بسر کرنے کے لیے کیا کرتے ہو؟’’

‘‘میں غلام ہوں جو لوگوں کا سامان اٹھاتا ہوں۔’’

‘‘تم لوگوں کا سامان اٹھاتے ہو؟ سامان اٹھانے کے لیے کیا استعمال کرتے ہو؟’’

‘‘میں کپڑے کی بنی ہوئی ایک رسی استعمال کرتا ہوں۔’’

‘‘کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ کپڑا پاک تھا اور نجس نہیں تھا؟ اور تم وہ دس دینار کیسے کماتے تھے جس سے تم نے یہ رسی بنائی؟

‘‘میں فلاں فلاں شخص کے لیے کام کرتا ہوں۔’’

‘‘کیا تمہیں یقین ہے کہ اس کا مال حلال طریقے سے کمایا گیا ہے نہ کہ حرام ذریعے سے؟’’

بہر حال وہ اس سے اس کی رسی کے بارے میں شام سے اگلی صبح تک پوچھتے رہے، جس کے بعد وہ قبر سے نکل گیا۔ اس کے بعد فوت شدہ شخص کے بچے اس کے پاس پوچھنے کے لیے آئے کہ کیا ہوا۔ اس نے کہا: ‘‘تمہارا باپ قیامت تک عذاب میں رہے گا۔’’ انہوں نے پوچھا: ‘‘کیوں؟’’ اس نے کہا: کیونکہ میرے پاس صرف ایک رسی ہے جس سے میں سامان اٹھاتا ہوں، اور فرشتوں نے ساری رات مجھ سے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کی، کہ کہاں سے میں نے لی، اس کے ساتھ کہاں کہاں گیا، وغیرہ۔ تو آپ کے والد کا پھر کیا ہو گا جو ان سارے باغات، عمارتوں اور محلوں کے مالک تھے؟ وہ کب اس سے حساب کتاب لینا ختم کریں گے؟

حقیقتاً یہ صرف ایک تمثیلی کہانی ہے لیکن اس کے معنی بہت گہرے ہیں اور محاسبے کا سامان موجود ہے۔ حساب کتاب ہونا بہت سخت بات ہے۔ اور اللہ کے آگے جوابدہ ہونا اور بھی زیادہ سخت بات ہے! یہ کوئی آسان معاملہ نہیں۔ تو ابھی سے اپنا صحیح زادِ راہ تیار کرنا شروع کر دیں اور اپنے آپ کو رب کے حضور جوابدہی کے لیے تیار کریں اور جان لیں کہ کل آپ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور آپ سے آپ کے ہر ہر عمل کے بارے میں سوال ہو گا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ (شعراء:۲۲۷)

‘‘عن قریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں’’۔

ابھی آپ اپنی عمر کے سنہری دور میں ہیں لہٰذا اسلام کی طرف لوٹیں، علم، عمل اور دعوت کے ساتھ! آپ کے لیے سیکھنا، عمل کرنا اور سکھانا آسان ہے۔ اگر آپ اس دور میں ایسا نہ کریں تو آپ ایک ایسے موقع کو ضائع کر دیں گے جو پھر کبھی نہیں ملنے والا۔ فارغ وقت دوبارہ نہیں آ سکتا! ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس کے بعد کوئی ایسا دور نہ ملے جس میں آپ کے پاس اس قدر فارغ وقت ہو، تو اس سے فائدہ اٹھایئے! لمبی امیدوں اور خواہشات کی پیروی سے ہوشیار رہیں! لمبی امیدیں وقت کے ضیاع کا سبب ہوتی ہیں اور خواہشات کی پیروی دل کی خرابی کا باعث بنتی ہے۔ اور میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ روزانہ قرآن مجید پڑھیں! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کم از کم آدھا پارہ روزانہ پڑھیں تا کہ آپ کم از کم دو ماہ میں پورا قرآن پڑھ سکیں۔

میں آپ کو یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ پابندی سے صبح و شام کے اذکار و دعائیں کرتے رہیں۔ ان کو فجر اور عصر کے بعد پڑھیں اور فجر اور عشاء کی نماز ضرور مسجد میں ادا کریں۔ ‘‘جو شخص عشاء کی نماز باجماعت پڑھے ایسا ہے جیسے اس نے آدھی رات عبادت کی اور جو فجر کی نماز باجماعت پڑھے ایسا ہے گویا اس نے پوری رات عبادت کی۔’’ (مسلم، ترمذی) اور ترمذی کی ایک روایت ہے کہ ‘‘جو کوئی صبح کی نماز جماعت سے پڑھے، پھر صبح صادق تک بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتا رہے، پھر دو رکعت صلوۃ الضحیٰ پڑھے، اس کو حج اور عمرے کا پورا پورا اجر ملے گا، اس کو حج اور عمرے کا پورا پورا اجر ملے گا، اس کو حج اور عمرے کا پورا پورا اجر ملے گا۔’’

لہٰذا، فجر کی نماز باجماعت ادا کریں، اس کے بعد قرآن کی کچھ تلاوت کریں، سورج طلوع ہونے تک اللہ سے استغفار کریں، دو رکعت صلوۃ الضحیٰ پڑھیں اور پھر اپنی پڑھائی کے لیے جائیں۔ آپ سے زندگی کے ہر لمحے کے بارے میں سوال کیا جائے گا، کیونکہ قیامت کے دن آپ کا لیا ہوا ہر سانس غم اور حسرت سے پھٹ رہا ہو گا۔ تو فجر کی نماز، قرآن کی تلاوت، استغفار، باجماعت نماز، ہر ہفتے دو روزے رکھنے (کا اہتمام کریں)، مدرسے میں اچھے، نیک دوست بنائیں، ایسے اچھے اور مخلص دوست تلاش کریں جو آپ کو اللہ کی دعوت دینے، اسلام میں مدد دیں۔ ‘‘اللہ تمہارے ذریعے کسی کو ہدایت دے یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔’’ (بخاری) اور آپ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے دین کی اشاعت کے ذمہ دار ہیں، کیونکہ اللہ نے آپ کو مسلمان بنایا ہے اور آپ کو لوگوں کے لیے نکالی گئی بہترین امت میں پیدا کیا ہے کیونکہ:

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (ال عمران: ۱۱۰)

‘‘تم نیکی کا حکم دیتے ہو، اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔’’

☆☆☆☆☆☆☆

میری خامشی فکر ہو
اور میرا بولنا ذکر ہو
اور میرا دیکھنا عبرت
اور میرا چلنا
جھاد...